بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

روشنی و روشن خیالی

امت مسلمہ کو جو مسائل جدید دور میں درپیش ہیں ان میں سے ایک اہم مسئلہ ''روشنی'' کا ہے۔ روشنی سے ہماری مراد وہ روشنی نہیں جو ڈیموں میں پانی کی کمی کا بہانہ کر کے عوام سے کاٹ کر خواص کو ٹھنڈا اور روشن رکھنے کے لئے غائب کر دی جاتی ہے، بلکہ ہماری مراد اس روشنی سے ہے جس سے آج کے دور کے عوام و خواص نے ازخود اپنا منہ موڑ کر تاریکیوں کو اپنے دل و دماغ میں ڈیرے ڈالنے کی اجازت دے رکھی ہے، اور یہ لوگ ان تاریکیوں سے دل و دماغ میں پیدا ہونے والی فکر کو قمقموں، ٹیوب لائٹوں اور انرجی سیور جیسے مصنوعی آلات سے منور کرنے کی سعی لاحاصل میں مصروف ہیں۔ اصل روشنی (علم فقہ) کا راستہ بند کر کے (اور مصنوعی روشنیوں کے دھندلے اجالوں میں بیٹھ کر) یہ لوگ اس فریب نفس میں مبتلا ہیں کہ ان کی فکر روشن اور ان کی سوچ اور اپروچ ہائی ہے۔

چشم بدور.......... یہ اس صدی کی وہ مخلوق ہے جو اپنی روشن خیالی اور وسیع النظری میں شہرت کے باوصف اس قدر تنگ نظری و تاریک بینی کا شکار ہے کہ اسے اپنے اسلاف قابل گردن زدنی نظر آتے ہیں۔ ایسے ہی روشن خیالوں میں سے بعض کا یہ خیال روشن ہے کہ آج کے ایڈوانس معاشرہ پر تیسری صدی ہجری کے فقہی ضابطوں کا اطلاق زیادتی ہے۔ کیونکہ ان کے بقول آج کا مسلمان قرآن و سنت کو زیادہ بہتر انداز میں سمجھ سکتا ہے اور اس دور کے لوگوں کو قرآن و سنت کی تشریح و تاویل کا حق اگر حاصل تھا تو آج کے دور کے مسلمان کو ان دو مصادرِ اسلامیہ کی من پسند تعبیر و تشریح کا حق کیوں حاصل نہیں؟ کہا جاتا ہے کہ جیسے وہ انسان تھے ایسے ہی ہم بھی انسان ہیں تو پھر آخر ہم اپنے مسائل کے حل کے لئے ان (دوسری تیسری چوتھی صدی کے) مسلمانوں کے اقوال و آراء کو اپنے اوپر لاگو کرنے کے پابند کیوں ہیں اور خود سے قرآن و سنت کو سمجھ کر مسائل کا حل تلاش کرنے میں آزاد کیوں نہیں؟

یہ ایسی بات ہے جسے کلمة الحق اُرِیدَ بِہِ الباطل کہنا چاہئے۔ یعنی بات تو بظاہر حق نظر آتی ہے مگر اس کا مقصد دراصل باطل ہے۔ یہ کہنا کہ "اس دور کے لوگ بھی انسان تھے ہم بھی انسان ہیں پھر ان کے وضع کردہ قواعد و اصول کی پابندی ہم پر کیوں لازم ہے ہم خود کیوں اپنے اصول نہ بنائیں" اس سے اصلاً کوئی تدوین فقہ جدید یا نئی فقہ کی اصول سازی مقصود نہیں بلکہ اس دور کے لوگوں سے اس مضبوط رشتہ وتعلق کو منقطع کرنا مقصود ہے جو دین کے ناطے قائم ہے اور تواصل وتواتر کی چین کو قائم رکھے ہوئے ہے۔ اس کا مقصد دراصل خیر القرون کے علماء سے آج کے دور کے عوام وخواص کو برگشتہ کرنا ہے تاکہ اس دور کی جو ایک خاص اہمیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی وہ ختم ہو کر رہ جائے اور آج کے دانشوران و مدبران و امامانِ خود ساختہ کو بھی امامِ اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام شافعی رحمہم اللہ کے ہم پلہ تسلیم کر لیا جائے بلکہ ہر انگوٹھا چھاپ روشن خیال پارلیمنٹرین کو حق اجتہاد دے کر پارلیمنٹ کو "ادارۂ مجتہدین ملت" مان لیا جائے۔ ذرا غور فرمایئے کہ جن لوگوں کے بارے میں یہ کہا جا رہا ہے کہ وہ بھی انسان تھے ہم بھی انسان ہیں، وہ مرتبۂ تابعیت و تبع تابعیت پر فائز تھے، ہم کیا ہیں؟ وہ اصحابِ رسول کی اولاد یا اتباع وتلامذہ تھے، ہم کس کی اولاد واتباع ہیں؟

ان میں سے اکثر و بیشتر کے بارے میں علم جرح وتعدیل سے ثابت ہو چکا کہ وہ ثقہ تھے، عادل تھے، ہماری ثقاہت و عدالت کس علم سے ثابت ہے؟ وہ ہمارے اور اصحابِ رسول کے مابین ایک ایسے پل کی حیثیت رکھتے ہیں جس پر سے گزر کر قرآن وسنت کے علوم کا ٹریفک ہم تک پہنچ رہا ہے اور ہم کیا ہیں؟

ان کے دور میں علوم اسلامیہ مدون ہوئے، اور ان کی تین نسلیں تدوین شریعت کا اہم فریضہ انجام دیتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئیں اور انہوں نے اپنی شبانہ روز محنت سے وسائل کی عدم دستیابی کے باوجود دین کو چار دانگ عالم میں پھیلا دیا۔ ان کی پہلی نسل نے علم قرآن وسنت براہِ راست صاحب قرآن وسنت سے سنا اور حفظ کیا۔ پھر اسے معمورۂ عالم میں پھیلانے اور کرۂ ارضی کے ہر کونے گوشے کو اس سے معمور کرنے کے لئے دور دراز کے پاپیادہ سفر کئے۔ ان کی دوسری نسل نے جمع قرآن وسنت کا اہم فریضہ انجام دیا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ و ابن شہاب زہری جیسے لوگ اس نسل کے روشن نشان تھے اور انہیں پہلی ریاست اسلامی و مدینہ منورہ کے کبار علماء میں

شمار کیا جاتا تھا۔ پھر اس دوسری نسل میں وہ لوگ سامنے آئے جنہوں نے مؤطا امام مالک، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ، سنن ترمذی مسند احمد بن حنبل، مسند ابی حنیفہ، مسند شافعی اور دیگر کتب حدیث مرتب کر کے امت مسلمہ پر احسانِ دائم فرمایا۔

پھر تیسری نسل ان لوگوں کی ہوئی جنہوں نے قرآن و سنت کو سامنے رکھ کر ایسے اصول و ضوابط وضع کئے جن سے قرآن فہمی اور حدیث سے استدلال آسان تر ہو گیا اور اجتہاد کا وہ دروازہ کھلا جو قیامت تک علماء و فقہاء کو دعوتِ غور و فکر دیتا رہے گا۔ اس دروازے میں داخل ہونے کے کچھ قواعد و اصول ہیں، جو ان پر خود کو پورا اترتا ہوا محسوس نہیں کرتا وہ یا تو ان اصولوں کو ختم کرنے کی بات کرتا ہے تا کہ اس دروازے کو پھلانگ کر عبور کر لے اور مجتہدین کی صف میں زبردستی داخل ہو جائے یا اس دروازہ کو اکھاڑ پھینکنے کی بات کرتا ہے اور براہِ راست قرآن و سنت سے اخذ و فہم مسائل کی رٹ لگاتا ہے تا کہ لوگ اسے فہیم و فقیہ خیال کرنے لگیں۔ یہاں ایک تیسرا طبقہ بھی ہے جو چمگادڑ کی طرح آنکھیں بند کئے ہوئے —— ''باب اجتہاد مقفل ہے'' —— کی رٹ لگاتا نظر آتا ہے۔

اب وہ ''طبقۂ روشن خیالاں'' و خانۂ ہمہ آفتاباں و ماہتاباں جو دوسری تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے لوگوں کے مرتب کردہ قواعد و ضوابط کو دورِ جدید کے لئے بے کار یا فضول سمجھتا ہے اس کے بارے میں یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ وہ دراصل کیا چاہتا ہے، یہی کہ دورِ جدید کے لوگوں کے دلوں سے صحابۂ تابعین تبع تابعین اور آئمہ فقہ و دین کی قدر و منزلت، عزت اور محبت کو ختم کر دیا جائے۔ اسی قسم کے لوگ کبھی قرآن کے نام سے تو کبھی سنت کے نام سے تحریکیں چلاتے اور قرآن و سنت کے لبادے میں قرآن و سنت ہی کے خلاف اپنی مذموم و مسموم کارروائیاں کرتے رہتے ہیں۔ ان کا اپنا ایک امام، اپنا قائد، اپنا مفسر، اپنا محدث اور اپنا ہی دین ہوتا ہے۔ یعنی۔

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گِلِ کوزہ

رب العزت ایسی نئی روشنی اور روشن خیالی کے شر سے امت مسلمہ کو محفوظ فرمائے، جو اس امت کے افراد کا ناطہ امت کے ''سراجاً منیرا'' اور نجومِ طاہرہ سے ختم کر کے انہیں ''ظلمات بعضها فوق بعض'' کے بحر ظلمات میں غرق کرنے کے درپے ہو۔ (آمین)

(ڈاکٹر نور احمد شاہتاز)